محمد مظہر الدین صدیقی

اجتماعی انحطاط کے قرآنی قوانین

زوال پذیر اور شکست آمادہ اقوام کی ایک خصوصیت جس پر قرآن نے بار بار روشنی ڈالی ہے۔ ان کی طبقاتیت ہے۔ یعنی ان کے اندر طبقاتی تفریق اور امیر و غریب کا امتیاز نہایت شدید اور مکروہ صورت اختیار کرلیتا ہے اور طبقاتی تقسیم اتنی گہری، مضبوط اور مستحکم ہوجاتی ہے کہ ایک طبقہ اور دوسرے طبقہ کے خیالات و افکار، معتقدات، طرز رہائش اور طریق زندگی میں کوئی مناسبت یا مشابہت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ حسب ذیل آیاتِ قرآنی میں زوال پذیر قوموں کی طبقاتیت کا ذکر کیا گیا ہے:

فقال الملأ من قومه الذين كفروا
وكذبوا بلقاء الآخرة واترفناهم
في الحيوة الدنيا ما هذا الا بشر مثلكم
يأكل مما تأكلون منه ويشرب مما
تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلكم انكم
اذا لخاسرون - ايعدكم انكم اذا متم
وكنتم ترابا وعظاما انكم مخرجون
هيهات هيهات لما توعدون -
ان هي الا حياتنا الدنيا نموت ونحيا
وما نحن بمبعوثين -

نوحؑ کی قوم کے سردار جنہوں نے خدا کا انکار کیا اور آخرت کی تکذیب کی اور جنہیں ہم نے زندگی کا عیش دیا تھا کہنے لگے کہ یہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہے جو تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو وہی پیتا ہے اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک آدمی کی اطاعت کی تو گھاٹے میں رہو گے کیا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرنے کے بعد مٹی میں مل جاؤ گے اور تمہاری ہڈیاں تک گل جائیں گی اس وقت پھر تمہیں زندہ کیا جائے گا۔ کیسی حیرت انگیز بات ہے جس کا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔ زندگی تو بس یہی زندگی ہے اسی میں مرنا ہے اور جینا ہے اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ ہم موت کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت میں ہمیں قرآن نے بتایا ہے کہ سچائی کا انکار کرنے والے وہی لوگ تھے جنہیں خدا نے عیش و دولت کے وسائل سے بہرہ مند کیا تھا اور جو اپنی سوسائٹی میں لیڈروں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس طرح قرآن نے یہاں ایک زوال پذیر طبقہ کا ذکر کیا ہے۔ پوری قوم کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن قومی اور اجتماعی زندگی کی طبقاتی ہیئت (CLASS STRUCTURE) کو بھی تاریخ کا ایک اہم

عامل (FACTOR) قرار دیتا ہے کیونکہ اس کی اکثر آیات میں رسولوں سے سرکشی اور قانون الٰہی سے انحراف کے عمل کو قوم کے بڑے بڑے مالدار افراد کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ ذیل کی آیت میں بھی قرآن ایک خاص طبقہ کو انکار و الحاد کے لیے مورد الزام قرار دیتا ہے:

وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کافرون۔

اور ہم نے کسی آبادی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا بجز اس کے کہ اس آبادی کے خوش حال طبقہ نے علانیہ کہنا شروع کیا کہ جس پیغام کو تم پیش کرتے ہو ہمیں اس کی صداقت سے انکار ہے۔

حضرت نوحؑ کے واقعہ میں بھی قرآن ان کی قوم کے بڑے بڑے سرداروں کے علاوہ عام لوگوں کا تذکرہ نہیں کرتا ہے، بلکہ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے مالدار طبقات اپنے غریب ہم قوم افراد کو بڑی حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

فقال الملاء الذین کفروا من قومہ ما نراک الا بشرا مثلنا وما نراک اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای۔

قوم نوحؑ کے وہ سردار جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی کہنے لگے کہ ہم تو تجھ میں اپنے ہی جیسے آدمیوں کی صفات دیکھتے ہیں۔ اور تیری بات ماننے والے ہیں ہم انہیں کی تعداد زیادہ دیکھتے ہیں جن کو ہماری سوسائٹی میں ذلیل اور بیوقوف سمجھا جاتا ہے۔

فرعون اور موسیٰ کے واقعہ میں بھی قرآن تمام مصریوں کے بجائے فرعون اور اس کے سرداروں کا ذکر کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بانیٔ فساد اصل میں یہی طبقہ تھا۔ اور حضرت موسیٰ کے خلاف فرعون کی جو کشمکش جاری تھی اس میں عوام الناس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں:

وقال موسیٰ ربنا انک اتیت فرعون وملاءہ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک۔

اور موسیٰ نے کہا کہ اے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی کی دولت اور زینت عطا کی ہے تاکہ وہ تیری راہ سے دور ہو جائیں۔

یہ بات کہ قوموں میں گمراہی، ظلم اور کفر و شرک کے بانی مبانی زیادہ اونچے طبقہ کے لوگ ہی ہوں گے قرآن کی حسب ذیل آیات سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا وراوا العذاب وتقطعت بھم الاسباب وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ

جب وہ جنہیں لیڈر بنایا گیا تھا ان سے بیزار ہو جائیں گے جو ان کے پیرو تھے اور عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے تعلقات کٹ جائیں گے اور وہ جو پیرو تھے کہیں گے کاش کہ ہمارے لیے

فتنة اء منهم كما تبرؤا منا۔ وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وكبراءنا فاضلونا السبيلا۔ ربنا اتهم ضعفين من العذاب۔

دنیا میں پھر واپس جانا ہوتا تو ہم اپنے لیڈروں سے بیزار ہوتے جس طرح وہ آج ہم سے بیزار ہیں۔ اور انھوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے لیڈروں اور بڑوں کی پیروی کی تو انھوں نے ہم کو بھی راہ سے ہٹا دیا۔ اے ہمارے رب تو ان کے عذاب کو دوگنا کر دے۔

ان آیات پر مجموعی حیثیت سے غور کیا جائے تو دو چار باتیں صاف نظر آئیں گی۔ ایک یہ کہ زوال پذیر، اور تباہ شدنی اقوام میں طبقاتی تفریق اتنی شدید اور نمایاں صورت اختیار کر لیتی ہے کہ دولت مند اور خوش حال طبقات اپنی ایک الگ اور مستقل قوم بنا لیتے ہیں اور عوام الناس کو نفرت و تحقیر کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ویسے طبقات تو ہر زمانہ میں ہوتے ہیں اور اسی طرح دولت و غربت کا فرق و امتیاز بھی کسی نہ کسی درجہ میں ضرور موجود رہتا ہے۔ لیکن جب قوم مبتلائے شکست ہونے والی ہوتی ہے تو دولت مند طبقہ اور عامۃ الناس کی زندگی میں اتنی وسیع خلیج حائل ہو جاتی ہے کہ قوم کے کرتا دھرتا اور رہنما اکثریت کے خیالات و افکار اور جذبات و احساسات سے بالکل بے گانہ اور ناآشنا ہو جاتے ہیں۔ ان کے مصائب و تکالیف، ان کی حاجات و ضروریات اور ان کی شکایات حکمران طبقہ کے کانوں تک پہنچتی ہی نہیں یا اگر پہنچتی ہیں تو ہزاروں واسطوں در واسطوں سے اور بالکل غلط اور مسخ شدہ صورت میں۔ جب کسی قوم کے مختلف طبقات میں ایسی وسیع اور ناقابلِ عبور خلیج حائل ہو جائے کہ عوام کی زندگی اور حکمران طبقہ کی زندگی کا کسی ایک نقطہ پر بھی اتصال نہ ہو سکے اور دونوں اپنی اپنی جگہ ایک علاحدہ اور مستقل قوم بن جائیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس قوم کی تباہی کا وقت آن پہنچا ہے۔

سابقہ آیات میں قرآن نے گمراہ اور زوال آمادہ طبقات کی ایک اور صفت کا بھی ذکر کیا ہے جسے وہ اتراف کہتا ہے یعنی خوش حالی کا غرور اور دولت کی سرمستی۔ چنانچہ اوپر جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں سے اکثر آیتوں میں زوال پذیر قوموں اور طبقوں کی اس خصوصیت کا ذکر موجود ہے۔